ترقی کا اسلامی تصور

تحریر: ڈاکٹر سعید الرحمٰن

Abstract

Islam is a progressive religion: progress in both spiritual and material aspects of life is part and parcel of the spirit of Islam. Islam favours material development and progress and discourages asceticism. Asceticism, in fact, is against the spirit of Islam. Koran quotes examples of the participation of prophets in material progress: Noah founded marine industry and Solomon played a positive role in the arts of architecture and ceramics.

دین اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ ایک کامل دین ہے، کمال کا لفظ اپنے اندر ترقی یافتہ ہونے کی معنویت رکھتا ہے اور اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ دین حق نے حیات انسانی کے تمام گوشوں کے لئے بنیادی خطوط ہدایت واضح کر دیئے ہیں، اس لئے دین اسلام بجا طور پر واحد جامع رہنمائے حیات قرار پاتا ہے جس کے اصول و مقاصد کی روشنی میں ماضی میں عصری قواعد وضوابط مرتب کئے جاتے رہے اور اب بھی وہ دنیا کے مروجہ قوانین کے مقابلہ میں زیادہ بہتر اور مفید قوانین کی صلاحیت سے مالا مال ہے، یہی اس کے کمال اور ترقی یافتہ ہونے کا ثبوت ہے۔ دین اسلام کا یہ امتیاز محض اس کے عقیدت مندوں کے قلوب واذہان میں نہیں بلکہ دیگر حلقوں میں بھی تسلیم شدہ ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرتبہ ایک یہودی عالم کہنے لگے کہ امیر المؤمنین! آپ کی کتاب (قرآن حکیم) میں ایک آیت ہے جسکو آپ حضرات پڑھتے ہیں، اگر وہ ہم گروہ یہود پر نازل ہوتی تو ہم اس دن (یوم نزول) کو عید کا دن قرار دیدیتے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کونسی آیت؟ تو انہوں نے آیت پڑھی۔:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (۱)

یہ آیت مبارکہ دین اسلام کے مکمل کئے جانے، نعمت خداوندی کے تمام کئے جانے اور اسلام کے بطور دین پسند کئے جانے کا اعلان خداوندی ہے، جس سے گزشتہ امتوں میں سے کسی کو بھی سرفراز نہیں کیا گیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضاحت فرمائی کہ ہمیں وہ دن اور مقام بخوبی معلوم ہے جہاں یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی کہ آپ میدان عرفات میں جمعہ کے روز ۹/ ذی الحجہ کو خطبہ دینے کیلئے کھڑے تھے (۲) گویا یہ دن یوم حج ہونے کے ناطے ایک بین الاقوامی یادگار بن چکا ہے۔

دین اسلام نے انسانی زندگی کے آغاز وانجام کواس طرح مربوط کردیا ہے کہ کسی بھی مرحلہ پر تضاد یا خلا کا احساس نہیں ہوتا اس نے ایک طرف انسانی حیات کے ماضی و مستقبل کو آپس میں جوڑا ہے تو دوسری طرف اس کے مادی پہلو کو اس کے روحانی پہلو سے منسلک کیا ہے، یوں اس کے نزدیک ''قانون ربط'' کی اساس پر انسانی زندگی استوار ہے جبکہ دنیا کے مروجہ مذاہب ونظریات میں انسانی زندگی بہت سے خانوں میں بٹی ہوئی نظر آتی ہے، اس طرح ان کے ہاں ترقی کا تصور محدود اور یک طرفہ ہے، چنانچہ کسی کے ہاں ماضی کا تصور ہی بھیانک ہے لہذا ترقی کے حوالہ سے ماضی کے تجربات سے استفادہ کی کوئی گنجائش نہیں، کسی کے خیال میں مستقبل کا تصور تباہی وزوال کی علامت ہے اسلئے ماضی کو اپنی تمام تر فرسودگی سمیت سینے سے لگائے رکھنا ہی ترقی کی نشانی ہے، کسی کی فکر میں مادی زندگی بے کار اور بے اعتنائی کے قابل ہے یوں روحانی اسرار ورموز ہی ترقی کا نشان ہیں اور کسی کے نظریہ میں روحانیت، توہماتی سوچ کا نتیجہ ہے گویا ان کی نظر میں مادیات سے ہٹ کر سوچنا ہی رجعت پسندی کا آئینہ دار ہے، ایسے میں جب ترقی کے اسلامی تصور پر غور کیا جائے تو وہ اپنے اندر جامعیت اور کمال کی شان رکھتا ہے کہ اس نے حیات انسانی کی ہر پہلو سے ترقی کو مدنظر رکھا ہے لہذا اگر اس کے کسی پہلو کو بھی نظر انداز کردیا جائے تو یہ کمال دین کے منافی ہوگا، جیسا کہ امام بخاریؒ مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں کہتے ہیں (۳)

فاذاترک شیئا من الکمال فھو ناقص.

ترجمہ:- جب کمال میں سے کوئی چیز رہ جائے تو وہ ادھورا رہ جاتا ہے۔

ترقی کے جامع تصور کی نمائندگی، اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے صفت ''ربوبیت'' کرتی ہے، ربوبیت، کسی چیز کو اس کے نقطہ آغاز سے تکمیل تک پہنچانے کے عمل کو کہا جاتا ہے جو بذات خود ترقی کے مفہوم کے مترادف ہے لہذا ''رب الناس'' کا عام فہم معنی، افراد انسانیت کو شاہراہ ترقی پر گامزن کرنے والا اور انمیں آگے بڑھنے کی صلاحتیوں کو جلا دینے والا ہے، اور یہ ترقی ہمہ جہتی ہے مادی بھی اور روحانی بھی، دنیوی بھی اور اخروی بھی، لہذا انسانی زندگی کے کسی رخ سے ترقی کا انکار، اللہ کی صفت ربوبیت کی جامعیت کا انکار ہوگا، اسلام کے حوالہ سے روحانی ترقی کی فکر تو تقریباً مسلم ہے لیکن مادی ترقی کی اہمیت کے بارے میں اشکال پایا جاتا ہے اس لئے مادی ترقی کے بارے میں قرآن حکیم کے نقطۂ نظر کا مطالعہ کیا جانا چاہیے۔

چنانچہ یہ حقیقت ہے اللہ تعالیٰ نے انسانی ترقی کو بہترین لائحہ عمل کے طور پر تسخیر کائنات سے مربوط کیا ہے، اور قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اس کی تذکیر ویاد دہانی کرائی گئی ہے، مثلاً ارشاد خداوندی ہے:۔

الم تروا ان اللہ سخر لکم مافی السموات ومافی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ وباطنۃ (۴)

ترجمہ:- کیا تم نہیں دیکھتے کہ بلاشبہ اللہ نے تمہارے لئے وہ تمام چیزیں مسخر کردیں، جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں مکمل کردیں۔

آیت مبارکہ میں آسمان وزمین میں موجود مادی اشیاء کو انسان کے لئے مسخر کرنے پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے کہ انسان ان اشیاء سے حسب منشا کام لینے اور ان کے ذریعہ ایجادات کی صلاحیت سے مالا مال ہے جس سے انسانی معاشرے میں مادی ترقی کو فروغ حاصل ہوتا ہے، اگر ترقی کا مادی تصور، منفیت کا حامل ہوتا تو اس سے تسخیر کائنات کی افادیت ختم ہوکر رہ جاتی نیز تسخیر اشیاء کے ساتھ انسان پر مکمل کیجانے والی ظاہری و باطنی نعمتوں کا ذکر اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ مادی ترقی بھی اسی طرح کی نعمت خداوندی ہے جیسے روحانی ترقی، ان دونوں میں سے کسی ایک کا انکار کفران نعمت کے مترادف ہوگا جو بموجب نص قرآنی عذاب شدید (۵) یعنی دنیوی پستی و پسماندگی، غلامی وور ماندگی اور اخروی سزا کا موجب ہے۔

اسلام نے مادی تصور ترقی کے منافی رویہ کو رھبانیت کے عنوان کے تحت اپنے لئے اجنبی قرار دیا ہے اور اس کی حوصلہ شکنی کی ہے، نہ صرف یہ بلکہ قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر مادی انعامات کا مفصل ذکر کرکے ان کو افراد انسانیت اور ان کے مویشیوں کیلئے ''متاع'' قرار دیا ہے. مثلاً سورۃ النازعات اور سورہ عبس میں اس کی نشاندہی کی گئی ہے، مزید برآں قرآن حکیم میں انسانوں کے لئے مویشیوں اور جانوروں کی افادیت کو ایک مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے:۔

والا نعام خلقھا لکم فیھادفء ومنافع ومنھا تأکلون o ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون o وتحمل اثقالکم الی بلدلم تکونوا بالغیہ الابشق الانفس ان ربکم لرء وف رحیم o والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق مالا تعلمون o (٦)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے مویشی پیدا کئے جن میں تمہارے لئے سردی سے بچاؤ کا سامان ہے اور (بھی) بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے (ان کا گوشت) کھاتے بھی ہو اور تمہارے لئے انمیں خوبصورتی (کا پہلو بھی) ہے جب شام کو انہیں چرا کر لاتے ہو اور جب چرانے لیجاتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر ان شہروں تک لیجاتے ہیں جہاں تم جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے، بلاشبہ تمہارا رب بہت شفقت کرنے والا نہایت رحم

والا ہےاوراس نے گھوڑے، خچراور گدھے (جیسے جانور) پیدا کئے تا کہ تم ان پر سوار ہوسکواور زینت (حاصل کرو) اور وہ ایسی چیزیں پیدا کریگا جوتم نہیں جانتے)۔ (گویا مستقبل کی مادی ترقیات کی وسعت کی طرف اشارہ ہے)

ایک اور مقام پر انسانی ضروریات وآسائشات کے حوالہ سے انعامات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:۔

واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا وجعل لکم من جلود الانعام بیوتا تستخفونھایوم ظعنکم ویوم اقامتکم ومن اصوافھا واوبارھا واشعارھا اثاثاومتاعا الی حین ٥ واللہ جعل لکم مما خلق ظلالا وجعل لکم من الجبال اکنانا وجعل لکم سرابیل تقیکم الحروسرابیل تقیکم بأسکم، کذلک یتم نعمتہ علیکم لعلکم تسلمون ٥ (۷)

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کوآرام وسکون کی جگہ بنایااور تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں سے خیمے بنادیئے جوسفروحضر میں تم پر ہلکے رہتے ہیں اور بھیڑوں کی اون سے، اونٹوں کی روؤں سے اور بکریوں کے بالوں سے کتنے ہی سامان اور استعمال کی اشیاء مقررہ مدت تک کے لئے بنادیں اور اللہ نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے سائبان اور اور تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ گاہیں بنادیں اور تمہارے لئے ایسی قمیصیں بنائیں جوتمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور ایسی زرہیں جوتمہیں جنگ میں بچاتی ہیں، اسی طرح وہ اپنی نعمت تم پر تمام کرتا ہے تا کہ فرمانبردار بنو)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمتوں کا ذکر ہے جن کوانسان خام مواد سے تشکیل وترتیب دیتا ہے اوران سے استفادہ کے لئے انسان کواپنی عقل، مادی محنت اور تکنیکی مہارت کوکام میں لانا پڑتا ہے، گویا نعمت خداوندی سے بہتر استفادہ کے لئے مادی جدوجہد ناگزیر قرار پاتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مادی ترقی نے ان نعمتوں کی معنویت اور گہرائی وگیرائی میں اضافہ کردیا ہے، یوں ان نعمتوں کی یاددہانی کے پس منظر میں مادی ترقی کے لئے جدوجہد کی اہمیت بھی اجاگر ہوتی ہے، جبکہ مادی ترقی کے انکار کی صورت میں یہ آیات اپنی افادیت کھوبیٹھتی ہیں۔

قرآن حکیم نے تکریم انسانیت کے اعزاز وفضیلت کے ساتھ جن امتیازی پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی ہے، وہ مادی ترقی سے ہی تعلق رکھتے ہیں یعنی سمندر وخشکی پر آمدورفت کا سفری اور باربرداری کا نظام، پاکیزہ اشیاء، کی فراہمی اور تخلیقات خداوندی کی اکثریت پر برتری اور فوقیت (۸) چنانچہ انسان نے مادی ترقی کے ذریعہ حمل ونقل کے ذرائع میں جدت پیدا کرلی ہے، وہ زمین کے خزانوں سے بہتر طور پر استفادہ کررہا ہے، اوراس نے نہ صرف

بحری و بری برتری قائم کر لی ہے بلکہ فضا و خلا سے بھی متنوع فوائد حاصل کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے افراد انسانیت کے لئے بحری تسخیر کے انعام کا ذکر کرتے ہوئے اس کے تین مقاصد متعین کئے ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:۔

الله الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیه بأمره و لتبتغوا من فضله و لعلکم تشکرون ٥ (۹)

ترجمہ:- اللہ ہی کی ذات ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کیا تا کہ اسمیں جہاز اس کے حکم سے چلیں اور تم اس کے فضل (رزق) کو تلاش کر سکو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔

ان میں شکر گزاری کے علاوہ دیگر و مقاصد کا تعلق اس کی مادی ترقی سے ہے کہ انسان نے جہاز رانی کی صنعت ایجاد کی اور اسمیں بہتر سے بہترین کی تلاش میں رہا نیز اس جہاز رانی اور کشتی رانی سے اس نے فضل خداوندی کے نئے وسائل تلاش کئے۔ واضح رہے کہ قرآن حکیم نے بالعموم فضل کا ذکر مادی اسباب حیات کے حوالہ سے ہی کیا ہے، مثلاً!

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم (۱۰)

ترجمہ:- (تم پر سفر حج کے دوران اپنے رب کے عطا کردہ وسائل رزق کی تلاش میں کوئی حرج نہیں) گویا خالص روحانی سفر تک میں اگر مناسب حد تک مادی ضروریات کی تکمیل کو بھی پیش نظر رکھ لیا جائے تو اس سے حج کے ذریعہ حاصل ہونے والی روحانی ترقی متاثر نہیں ہوتی، اسی طرح ایک اور آیت مبارکہ (۱۱) میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد زمین میں پھیلنے اور وسائل رزق تلاش کرنے کی طرف ''ابتغاء فضل'' کے عنوان سے متوجہ کیا گیا کہ جمعۃ المبارک کے دن کی روحانی اہمیت کے باوجود اس روز سوائے آذان جمعہ، خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ کے مختصر وقفہ کے کسی قسم کے مادی و معاشی سرگرمی میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

بسا اوقات مادی ترقی کے لئے جدوجہد کی یہ کہکر نفی کی جاتی ہے کہ ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، لہذا اس کے لئے کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں بلکہ انسان کو صرف مخصوص اعمال و عبادت میں اپنے اوقات صرف کرنے چاہئیں مگر یہ موقف انتہائی سطحی درجہ کا ہے کیونکہ رزق بذمہ خدا ہونے کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اسباب حیات پیدا کئے ہیں اور ان وسائل رزق میں سب کا حصہ مقرر کیا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:۔

هو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا (۱۲)

ترجمہ:-وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے وہ تمام چیزیں پیدا کیں جو زمین میں ہیں۔

نیز فرمایا:۔

ولقد مکناکم فی الارض وجعلنا لکم فیھا معایش (۱۳)

ترجمہ:-اور یقیناً ہم نے تم کو زمین میں قرار دیا اور تمہارے لئے اسمیں سامانِ زندگی رکھ دیئے۔

جبکہ ان وسائل تک رسائی اور مزید اسباب حیات کی تلاش، ان سے زیادہ سے زیادہ اور بہتر استفادہ کی حکمت عملی ترتیب دینا تو انسان کے ذمہ ہے جیسے بہترین بیج وعمدہ کھاد کی تیاری، زرعی وصنعتی آلات کی فراہمی، جدید ٹیکنالوجی اپنانا وغیرہ، اسی بنا پر قرآن حکیم نے رزق خداوندی کی جستجو اور جدوجہد کا یہ کہکر حکم دیا ہے:۔

فابتغوا عنداللہ الرزق (۱۴)

ترجمہ:-اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق تلاش کرو۔

نہ صرف یہ بلکہ ایک حدیث مبارک میں تو بعض گناہوں کا کفارہ طلب معیشت کی فکر اور اس کی جدوجہد میں مضمر قرار دیا ہے، (۱۵) گویا انسان کے لئے دینی نقطۂ نظر سے مادی ترقی سے صرف نظر کرنے کی کوئی سبیل نہیں کہ ایسی صورت میں وہ دنیا میں اپنے مقصد تخلیق سے انحراف اور اسکو پامال کرنے کا مرتکب قرار پائے گا، کیونکہ انسان اول کو جب اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی کے منصب پر فائز کیا تو اس کی اہلیت کے لئے ''علم الاسماء'' ضروری قرار پایا جسمیں مادی اشیاء کی خصوصیات، صنعت وٹیکنالوجی کے قوانین اور آلات کار سے متعلقہ علوم شامل تھے (۱۶) کیونکہ اس علم کے بغیر دنیا میں غلبہ اور ترقی ممکن نہیں گویا مادی اشیاء پر تحقیق اور ان کے خام مواد سے ایجادات واکتشافات کا عمل خلافت کا تقاضہ ہے اسی بنا پر قرآنی حکم ہے:۔

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدواللہ وعدوکم (۱۷)

ترجمہ:-اور ان (دشمن) کے مقابلہ کیلئے جتنی طاقت حاصل ہو سکے اور بندھے ہوئے گھوڑوں کی تیاری کرو کہ اس سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو مرعوب کر سکو۔

گویا اہل ایمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ مقدور بھر قوت حاصل کریں تا کہ ایمانی معاشرہ کا رعب ودبدبہ خدا دشمن اور انسان دشمن معاشروں پر قائم ہو سکے یہ قوت جہاں عسکری شعبہ میں ضروری ہے جیسا کہ آیت مبارکہ کی عبارت کا تقاضہ ہے، وہیں اس سے اس بابت دلالت اور رہنمائی ملتی ہے کہ ہر دور کے عصری تقاضہ کے مطابق ومناسب طاقت کا حصول ضروری ہے خواہ صنعتی وزرعی ٹیکنالوجی ہو یا تعلیمی، سماجی، معاشی وایٹمی توانائی کی صلاحیت

ہو کہ اس کے حصول سے معاشرہ کا اعتبار اور وقار قائم ہوتا ہے۔ کیونکہ فی زمانہ محض جنگی قوت کسی بھی ملک کے استحکام کی ضمانت نہیں جب تک کہ اس کی صنعتی وزرعی ٹیکنالوجیکل حیثیت مسلّم نہ ہو چنانچہ یہی وجہ ہے کہ پاکستان ایٹمی قوت ہونے کے باوجود کثیر القومی کمپنیوں، بین الاقوامی مالیاتی اداروں اور عالمی بنکوں وحکومتوں کے دباؤ اور بلیک میلنگ کا شکار رہتا ہے کہ اس کی معاشی حالت دگرگوں اور تعلیمی صورتحال غیر تسلی بخش ہے، لہذا ضروری ہے کہ حصول قوت کے عصری تقاضوں سے آگاہی حاصل کی جائے اور اس کے مطابق حکمت عملی ترتیب دی جائے اور یہی منشا خداوندی ہے۔

اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، فاقہ کرنا میرے صحابہ (ساتھیوں) کے لئے گو سعادت تھا لیکن بعد کے زمانہ میں صاحب ایمان کا غنی ہونا یعنی اس کا دنیوی ترقی میں کردار ادا کرنا سعادت وخوش بختی ہوگا (۱۸) اور مزید آپ کا ارشاد ہے جو معاشرہ دنیوی مال ومتاع سے اپنی ضرورت اور حق کے بقدر حاصل کرے گا، وہ اس کے لئے عمدہ سہارا ہوگا اور اس میں اسے برکت ملے گی (۱۹) واضح رہے کہ برکت کا لفظ ترقی کے متنوع جہات کیلئے استعمال ہوتا ہے، ذیل میں ہم چند ایک ایسی آیات کا مطالعہ کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے صاحب برکت ہونے کا ذکر مادی حوالہ سے کیا گیا ہے:۔

تبارک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل فیھا سراجا وقمرا منیرا☆ وھو الذی جعل الیل والنھار خلفة لمن ارادان یذکر اوارادشکورا (۲۰)

ترجمہ:- بڑی برکت ہے اس ذات کی جس نے آسمان میں برج (منزلیں) بنائے اور اسمیں چراغ (سورج) اور اجالا کرنے والا چاند رکھا اور وہی ہے جس نے شب وروز کو ایک دوسرے کے بعد آنے والا بنایا ان لوگوں کے لئے جو یاددہانی حاصل کرنا چاہیں یا شکرگزاری چاہتے ہوں۔

گویا دنیوی نظام کائنات میں تنوع وترقی سے استفادہ کی دو صورتیں ہیں ایک غور وفکر اور دوسرا اس سے روزمرہ کے مادی فوائد کا حصول، پہلی صورت میں انسان کو یہ تذکیر اور یاددہانی ہوتی ہے کہ یہ نظام کائنات، ایک حکیم وخبیر ذات کی تخلیق ہے اور یہ کام اہل علم ودانش کا ہے اور دوسری صورت میں انسان شکرگزاری کے جذبات اور قدردانی کے اعمال انجام دیتا ہے اور یہ کام عوام وخواص کا ہے۔

اسی طرح سورۃ الملک کے آغاز کی سات آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان صفات کی بنا پر اپنے آپکو بابرکت کو قرار دیا ہے جن کا تعلق اس دنیا کے مادی نظام سے ہے جسمیں موت وحیات کا نظام پیدا کرنا تاکہ یہ جانچا

جا سکے کہ کون بہتر کردار ادا کرتا ہے۔ سات آسمانوں کی تخلیق، مخلوقات میں یکساں کاریگری اور حکمت وبصیرت کا اظہار اور کائنات میں ایک منظّم ومرتب قانون کی کارفرمائی شامل ہے۔ گویا کائناتی نظام میں قدرت خداوندی کا اظہار اور اس کا انسانی معاشرہ کے لئے مفید ثابت ہونا، بابرکت ذات کے سبب ہی ہے۔

اسی طرح قرآن حکیم میں انسان کے درجہ بدرجہ تخلیقی ارتقاء کو اللہ تعالیٰ کے صاحب برکت ہونے کی علامت کے طور پر بیان کیا گیا ہے جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ برکت کا دائرہ کار صرف روحانیت تک محدود نہیں جیسا کہ عمومی تصور پایا جاتا ہے بلکہ اس کا اولین مصداق مادی ارتقاء ہے، ارشاد خداوندی ہے:۔

ولقد خلقنا الانسان من سللة من طين o ثم جعلناه نطفة فى قرار مكين o ثم خلقنا النطفة علقة فخلقناالعلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فكسونا العظام لحما ثم انشاناه خلقا آخر فتبارک الله احسن الخالقين o (۲۱)

ترجمہ:-اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا پھر ہم نے اس کو محفوظ مقام (رحم مادر) میں نطفہ کے طور پر رکھا پھر ہم نے اس نطفہ کو جما ہوا خون بنایا پھر اس منجمد خون سے گوشت کا لوتھڑا بنایا، پھر اس لوتھڑے سے ہڈیاں پیدا کیں پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر اسکو ایک نئی صورت میں اٹھا کھڑا کیا سو بڑی برکت والا اللہ ہے جو سب سے بہتر بنانے والا ہے (کہ اس نے نہایت خوبصورتی سے تمام اعضاء وقُویٰ کو بہترین سانچے میں ڈھالا اور اس کی ساخت عین حکمت کے موافق نہایت موزوں ومتناسب بنائی)۔

گویا اسلام کے تصور ترقی میں دنیوی ترقی اور اخروی ترقی کے دونوں پہلو شامل ہیں، اسی لئے اسلام نے دنیا وآخرت دونوں کی ترقی کے لئے کوشاں معاشرہ کو بہتر قرار دیا ہے (۲۲) اور یہ واضح کر دیا ہے کہ دنیا کو مذموم قرار نہ دیا جائے کہ وہ صاحب ایمان کے لئے بہتر سواری کی مانند ہے کہ اس کے ذریعہ وہ کار خیر انجام دیتا ہے اور اس کی بدولت شر سے نجات حاصل کرتا ہے (۲۳)

مادی ترقی کیلئے جدوجہد سے انکار کا فکر کسی طور صحتمند فکر نہیں بلکہ اس کے برعکس قرآن حکیم مادی ترقی میں مشغولیت کو پیغمبر کے کاموں میں شمار کرتا ہے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس دور کے تقاضے کے مطابق آئندہ پیش آنے والی صورتحال سے نمٹنے کیلئے حکم دیا گیا:۔

واصنع الفلک باعيننا ووحينا (۲۴)

ترجمہ:-ہماری نگرانی اور ہدایت کی روشنی میں جہاز سازی کا کام کریں۔

اوراس دور میں بھی ایسے افراد موجود تھے جو اس کام کو پیغمبری کے منصب کے منافی سمجھتے تھے، چنانچہ اس پر وہ حضرت نوح علیہ السلام کا تمسخر اڑاتے تھے (۲۵) کہ پیغمبر سے بڑھئی بن گئے اور یا تمسخر کا سبب یہ تھا کہ خشکی پر کشتی کا کیا کام گویا انہیں اپنے گردوپیش اور حالات کے مدوجزر سے واقفیت نہ تھی جس کی وجہ سے وہ پیغمبر کی دوراندیشی اور مستقبل بینی کا مذاق اڑا رہے تھے۔

اسی طرح قرآن حکیم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے حوالہ سے اس امر کی نشاندہی کی وہ اپنے عہد کی مادی ترقی کے بھی نقیب تھے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:۔

وعلمناہ صنعة لبوس لکم لتحصنکم من باسکم (۲۶)

ترجمہ:۔ہم نے انہیں جنگی لباس کی ٹیکنالوجی کا علم دیا تا کہ وہ تمہاری، باہمی لڑائی میں حفاظت کر سکے)

اس کی وضاحت دوسرے مقام پر ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:۔

والنّالہ الحدید o ان اعمل سابغات وقدر فی السرد واعملوا صالحا انی بماتعملون بصیر o (۲۷)

ترجمہ:۔ہم نے ان کے لئے لوہا نرم کر دیا (اور ہدایت دی) کہ فراخ وکشادہ زرہیں تیار کریں اور اس کے حلقے کڑیاں درست انداز سے جوڑیں اور (تم سب) نیک کام کرو، میں تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہوں۔

بعدازیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی اپنے دور کی ترقی میں بڑا اہم کردار ادا کیا کہ ان کی نگرانی میں قلعے، محلات، مجسمے، تانبے کے بڑے بڑے لگن اور دیگیں تیار ہونے لگیں (۲۸) یعنی تعمیرات اور ظروف سازی کی صنعت کو انہوں نے ترقی سے ہمکنار کیا، نہ صرف یہ بلکہ وہ ہوائی سفر میں بھی عالم انسانیت کے پیش رو قرار پائے کہ طیارہ سازی کی صنعت وٹیکنالوجی نے گو بہت بعد میں فروغ پایا لیکن اس کے عملی امکان کے بارے میں سائنسدانوں کو ایک واضح دلیل راہ مل گئی۔

ترقی کے اسلامی تصور میں اگر مادی ترقی اور دنیوی غلبہ کی گنجائش نہ ہوتی تو قرآن حکیم اہل ایمان سے خلافت ارضی، غلبہ دین اور پرامن معاشرے کے قیام کا وعدہ نہ کرتا اور محض اخروی ترقی کی نوید وبشارت پر اکتفاء کرتا، ارشاد ربانی ہے:۔

وعداللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبد لنھم من بعد خوفھم امنا (۲۹)

ترجمہ:-اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیئے وعدہ کیا ہے کہ وہ وہ ضرور ان کو زمین میں خلافت دے گا، جیسے اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی اور ان کے اس دین کو قرار دے گا جو اس نے ان کیلئے پسند کر لیا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد انہیں امن کی حالت میں تبدیل کر دے گا۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں جن اعزازات وانعامات کا ذکر ہے وہ مادی وروحانی ترقی ہی کے مظاہر ہیں، اور یہی جامع تصور ترقی، انبیاء کرام علیہم السلام کے پیش نظر رہا ہے اور ان کی آمد پسماندہ اقوام کے عروج وترقی کا باعث بنی، بطور مثال بنی اسرائیل، فرعونی نظام کے ہاتھوں غلامی کی ذلت سے دوچار اور مادی پسماندگی اور روحانی پستی کا شکار تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان میں دنیا میں ترقی کرنے کی امنگ پیدا کی، چنانچہ وہ باغات چشموں، خزانوں، کھیتوں، عمدہ رہائش گاہوں اور سامان آسائش کے وارث قرار پائے (۳۰)

لہذا مادی ترقی سے انحراف کی فکر کسی صورت میں اسلامی فکر نہیں کہلا سکتی، بعض حلقے اس فکر کو صوفیاء کی طرف نسبت دے کر ایک طرف اپنے لئے محنت سے جی چرانے کو سند جواز مہیا کرتے ہیں تو دوسری طرف صوفیاء کو مادی ترقی کے راستہ کی رکاوٹ قرار دینے کا موجب بنتے ہیں، حالانکہ صوفیاء نے مفاد پرستی، خودغرضی، تعیش پسندی اور حرص وہوس کی تو مذمت کی ہے، مگر مادی ترقی کی بذات خود نفی نہیں کی، بلکہ باشعور صوفیاء نے تو اس سلسلہ میں حوصلہ افزاء رویہ اختیار کیا ہے، چنانچہ زرعی دور کے ایک معروف صوفی بزرگ شیخ ابوالمکارم علاء الدین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ، اپنے عہد میں زرعی ترقی کے لئے کاوشوں کی اہمیت کو نہ صرف اجاگر کرتے ہیں بلکہ اسمیں کوتاہی کو وہ لائق احتساب گردانتے ہیں وہ کہتے ہیں (۳۱)

''حق تعالیٰ نے زمین اور کھیت کو حکمت سے پیدا فرمایا اور وہ چاہتا ہے کہ یہ زمین اور کھیت آباد رہیں اور ان سے مخلوق کو نفع پہنچے، اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ نفع وآمدنی کے لئے، فضول خرچی کے لئے نہیں، دنیا کی آبادکاری میں کتنا ثواب ہے تو ہرگز آبادکاری کے کام نہ چھوڑتے، اسی طرح اگر یہ جانتے کہ آبادکاری کے کام کے چھوڑنے اور زمین کو بیکار پڑا رہنے دینے میں کتنا گناہ ہے تو ہرگز وہ یہ نہ کرتے (مثلاً) کوئی شخص ایسا قطعہ ارضی رکھتا ہے کہ اس سے سالانہ ایک ہزار من غلہ حاصل ہو سکتا ہے مگر اس کی کوتاہی اور بے توجہی سے نوسو من غلہ حاصل ہوا اور اس کی وجہ سے ایک سو من مخلوق تک نہ پہنچ سکا تو اس سے اس کے بقدر باز پرس ہوگی''۔

اسی طرح عہد حاضر کی معروف روحانی شخصیت حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کو اس دور کی مادی ترقی کے حوالہ سے مسلمانوں کی پس ماندگی کا بڑا شدت سے احساس تھا، چنانچہ پاکستان کے اہل ثروت کو کارخانے

قائم کرنے اور صنعتوں پر اپنا سرمایہ لگانے کی تلقین کرتے رہتے اور ہندوستانی مسلمانوں کو بالخصوص تنسیخ زمینداری کے بعد صنعتوں کو اختیار کرنے اور اپنی اولاد کو کوئی ہنر یا صنعت سکھانے کی بڑی تاکید فرماتے تھے، چنانچہ انہوں نے ایک موقع پر فرمایا (۳۲)

اسلامی نظام خالی باتوں سے قائم نہیں ہوسکتا، اگر دنیا کے بڑے ملکوں کے دوش بدوش کھڑا ہونا ہے تو ان لوگوں کے علوم وفنون سیکھنے ہوں گے، مگر مشکل یہ ہے کہ ہم ان کے علوم سیکھتے سیکھتے اپنے دین ومذہب کو خیر باد کہہ دیتے ہیں، جب تک کوئی ملک اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو، اس زمانہ میں دین ودنیا کا کوئی کام نہیں کرسکتا۔

حضرت مولانا رائے پوریؒ جو برصغیر کی مشہور خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین تھے، کو ایک موقعہ پر بتایا گیا کہ مسجد اقصی کی گنبد کی تعمیر کے لئے عرب ممالک میں چندہ کی تحریک ہورہی ہے اور سعودی حکومت نے بھی اس میں خطیر رقم دینے کا اعلان کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ گنبد کی مرمت سے کہیں ضروری یہ ہے کہ اس رقم سے سعودی حکومت ملک میں کوئی تعلیمی مرکز یا صنعتی ادارہ قائم کرتی (۳۳) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق پرست صوفیاء کے ہاں مادی ترقی ایک پسندیدہ بلکہ ایک ضروری اور لازمی تقاضہ رہی ہے۔

مادی ترقی کا تصور، مسلمانوں کے ہاں ہمیشہ روبہ عمل رہا ہے، چنانچہ بارہویں تیرہویں صدی عیسوی تک یہ حال تھا کہ اسلامی ممالک میں متوسط درجے کا مسلمان رہائش اور پوشش میں یورپ کے شہزادوں سے بھی بہتر رہتا تھا، جلد جلد کپڑے بدلنے کا رواج یورپ کے اعلیٰ طبقوں میں بھی نہ تھا، اور نہانا تو کبھی شاذ ونادر ہی ہوتا تھا، باغبانی کا فن مسلمان مغرب میں لے گئے اور یورپ میں بہت سے اعلیٰ درجے کے میوے مسلمانوں کے ذریعہ سے وہاں پہنچے۔ ہر دولت مند ایک اچھا باغ بنانا جزو تہذیب وتمدن سمجھتا تھا، مسلمانوں نے فن تعمیر میں جو کارہائے نمایاں کئے ان میں سے بعض اب بھی صفحہ روزگار پر موجود ہیں جو فن کاروں سے خراج تحسین حاصل کرتے اور ناظرین کے لئے فردوس نظر ہیں۔ مسلمانوں نے پہلی قوموں کی صنعتوں کو حاصل کیا اور پھر جدتوں سے ان کو چار چاند لگائے۔ چمڑے کی اعلیٰ قسم کی دباغی مسلمانوں نے اہل مغرب کو سکھائی۔ چنانچہ اب تک چمڑے کی ایک اعلیٰ اور ملائم قسم (MORROCO LEATHER) یعنی مراکشی چمڑا کہلاتا ہے، کاغذ مسلمانوں کے ذریعہ یورپ میں پہنچا، الغرض یورپ کی مادی ترقی مسلمانوں کی رہین منت ہے (۳۴)

ترقی کے اسلامی تصور کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں صرف حال کی ترقی پیش نظر نہیں بلکہ مستقبل کی ترقی بھی ملحوظ نظر ہے اور وہ اس ترقی کو ترجیح دینا ہے جو زیادہ پائیدار اور ہمہ گیر ہو جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:۔

ولتنظر نفس ماقدمت لغد (۳۵)

(ہر شخص کو اس بابت غور وفکر کرنا چاہیے کہ وہ آنے والے کل یعنی مستقبل کے لئے کیا تیاری کر رہا ہے) اور آنے والا کل اس دنیا میں مستقبل اور دنیوی زندگی کے بعد کے مستقبل دونوں پر مشتمل ہے، لہذا انسان کو فوری حاصل ہونے والے معمولی اور ختم ہو جانے والئے فائدے پر پائدار اور مستقل فائدے کے ترجیح دینی چاہیے خواہ وہ دیر سے ہی حاصل کیوں نہ ہو، اور اسمیں دنیا و آخرت کا کوئی امتیاز نہیں ہے بلکہ قرآن حکیم نے دونوں جہانوں کی بہتری اور خوبی کے طلب گاروں کا تذکرہ اور تقاضا کرنے والوں کو اپنی محنت وجدوجہد کے ثمر کا اہل قرار دیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:۔

ومنهم من يقول ربنا آتنافي الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار☆اولئک لهم نصيب مماكسبوا (۳۶)

ترجمہ:- اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا، یہی لوگ ہیں جن کیلئے اپنی محنت کا حصہ ہے۔

اسلام کے نقطۂ نظر کے مطابق انسان کی ترقی کا آغاز اس کی دنیوی زندگی سے ہوتا ہے جس کا پہلا مرحلہ ایسے متوازن اقتصادی نظام کا قیام ہے جس میں اسکی مادی ضروریات وترقیات کی تکمیل پیش نظر ہو، اسی کے نتیجہ میں انسان کو اپنی اخلاقی زندگی سنوارنے کا موقع ملتا ہے کیونکہ اقتصادی جبر انسانیت کے اجتماعی اخلاق کو پنپنے نہیں دیتا اور اخلاق کی تکمیل کے نتیجہ میں انسان موت کی راہ طے کرنے کے بعد ترقی کے اگلے مرحلے یعنی جنت میں پہنچ جاتا ہے اور یہاں پہنچ کر اس کی ترقی کا قدم رک نہیں جاتا، وہ اور آگے بڑھتا ہے اور زندگی کے اگلے مرحلے میں قدم رکھتا ہے یہاں اسے رؤیت رب العالمین کی سعادت کبری سے سرفراز ہونے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے (۳۷) مادی ترقی کے بعد کے روحانی ارتقاء کو قرآن کی لغت میں رفع درجات سے تعبیر کیا گیا ہے، مثلاً ارشاد ہوتا ہے:۔

يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اوتواالعلم درجات (۳۸)

ترجمہ:- جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جنکو علم عطا کیا گیا، ان کو اللہ تعالیٰ مدارج کی ترقی دیتا ہے۔

اسلام کی نظر میں وہی مادی ترقی پسندیدہ اور مطلوب ہے جو روحانی ترقی اور اخروی ارتقاء کا ذریعہ بنے اور ایسی مادی مصروفیات ناپسندیدہ ہیں جو اس ارتقاء کے عمل میں رکاوٹ بن جائیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (۳۹)

''دنیا کا گھر اس کے لئے بہتر ہے جو اس سے آخرت کا زادراہ (اسباب ترقی) حاصل کرے، یہاں تک کہ

اس کے ذریعہ رضائے الٰہی کے مقصد تک جا پہنچے، اور دنیا کا مسکن اس شخص کے لئے برا ہے جس کے لئے وہ آخرت کی راہ (اخروی ترقی) میں رکاوٹ بن جائے اور جو اسے اپنے پروردگار کی رضا کے حصول میں کوتاہ رکھے اور جب کوئی شخص اپنی بدعملی (تنزلی) کا ذمہ دار دنیا (مادی ترقی) کو قرار دے کر اسے برا بھلا کہتا ہے تو دنیا جواب میں کہتی ہے کہ ناس ہو کہ اس نے ہی ہمیں اپنے رب کا نافرمان بنایا'' (گویا بذاتِ خود مادی ترقی، روحانی ترقی کیلئے نقصان دہ نہیں ہے)

الغرض اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ترقی کا اسلامی تصور مادی ورحانی ترقیات اور دنیوی واخروی ارتقاء پر مشتمل ہے اور درج بالا حقائق ترقی کے اس جامع اسلامی تصور کے واضح شواہد ہیں اور عصر حاضر کے ان ادھورے تصورات کی نفی کرتے ہیں جن کے تحت مادی ترقی کی عمارت روحانی واخلاقی تنزلی کی اساس پر تعمیر کی جاتی ہے یا روحانی ترقی کے لئے مادی ترقی کی نفی ناگزیر سمجھی جاتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون.

حوالہ جات

۱- القرآن الحکیم،سورۃ المائدہ:۳

۲- البخاری،محمد بن اسماعیل،ابوعبداللہ،الجامع الصحیح،کتاب الایمان،باب زیادۃ الایمان ونقصانہ۔

۳- ایضا

۴- القرآن الحکیم،سورۃ لقمان:۲۰

۵- القرآن الحکیم،سورۃ ابراہیم:۷

۶- القرآن الحکیم،سورۃ النحل:۵-۸

۷- القرآن الحکیم،سورۃ النحل:۸۰-۸۱

۸- القرآن الحکیم،سورۃ بنی اسرائیل:۷۰

۹- القرآن الحکیم،سورۃ الجاثیہ:۱۲

۱۰- القرآن الحکیم،سورۃ البقرۃ:۱۹۸

۱۱- القرآن الحکیم،سورۃ الجمعہ:۱۰

۱۲- القرآن الحکیم،سورۃ البقرۃ:۲۹

۱۳- القرآن الحکیم،سورۃ الاعراف:۱۰

۱۴- القرآن الحکیم،سورۃ العنکبوت:۱۷

۱۵- الغزالی،محمد بن محمد،ابوحامد:احیاءعلوم الدین،قاہرہ:مؤسسۃ الحلبی وشرکاہ للنشر والتوزیع ۱۹۶۷ء ج۲ص۴۱

۱۶- البیضاوی،عبداللہ بن عمر،ناصرالدین:انوارالتنزیل واسرارالتاویل،تفسیر سورۃ البقرہ:۳۱

۱۷- القرآن الحکیم،سورۃ الانفال:۶۰

۱۸- علی المتقی بن حسام الدین الھندی: کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۹۸۹ء ج ۳، ص ۲۳۹

۱۹- ایضا

۲۰- القرآن الحکیم، سورۃ الفرقان: ۶۱-۶۲

۲۱- القرآن الحکیم، سورۃ المؤمنون: ۱۲-۱۴

۲۲- علی المتقی: کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال ج ۳-ص ۲۳۸

۲۳- ایضا: ج ۳-ص ۲۳۹

۲۴- القرآن الحکیم، سورۃ ھود: ۳۷

۲۵- القرآن الحکیم، سورۃ ھود: ۳۸

۲۶- القرآن الحکیم، سورۃ الانبیاء: ۸۰

۲۷- القرآن الحکیم، سورۃ سبا: ۱۰-۱۱

۲۸- القرآن الحکیم، سورۃ سبا: ۱۳

۲۹- القرآن الحکیم، سورۃ النور: ۵۵

۳۰- القرآن الحکیم، سورۃ الشعراء: ۵۷-۵۹ وسورۃ الدخان: ۲۵-۲۸

۳۱- مناظر احسن گیلانی، سید مولانا: اسلامی معاشیات، حیدرآباد دکن: ناشر سید عبدالرزاق ۱۹۴۷ء ص ۱۹

۳۲- ابوالحسن علی ندوی، سید مولانا، سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، کراچی، مجلس نشریات اسلام، طبع دوم ص ۲۷۹

۳۳- ایضا: ص ۲۸۵

۳۴- خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، مقالات حکیم، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۶۹ء جلد اول ص ۱۳۶-۱۳۷

۳۵- القرآن الحکیم، سورۃ الحشر: ۱۸

۳۶- القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ: ۲۰۱-۲۰۲

۳۷- عبیداللہ سندھی، مولانا، شعور و آگہی (مرتب سید مطلوب علی زیدی) لاہور: مکی دار الکتب ۱۹۹۴ء ص ۱۵۱

۳۸- القرآن الحکیم، سورۃ المجادلۃ: ۱۱

۳۹- علی المتقی بن علاء الدین الہندی: کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال: ج ۳-ص ۲۳۹